

Religious Identity of Pakistani Muslim Youth in the West: Practical and Intellectual Guidelines in the Light of Islamic Thought

مغرب میں پاکستانی مسلم نوجوانوں کی مذہبی شناخت: اسلامی فکر کی روشنی میں عملی و فکری رہنما اصول

Dr Hafiz Ghulam Mustafa
Garrison University, Lahore
Email: gm93299@gmail.com

Muhammad Sagheer Bin Kabir Khan
Ph.D Scholar, Department of Islamic Studies, Green International University
Lahore
Email: muhammadmuneer-razam@gmail.com

Muhammad Riaz
Ph.D Scholar, Department of Islamic Studies, Green International University
Lahore
Email: riaztabbsum@gmail.com

Abstract

This research paper explores the complex and multifaceted question of religious identity among Pakistani Muslim youth living in Western societies. Globalization, multiculturalism, and rapid technological advancement have significantly shaped the social, intellectual, and cultural landscapes of young Muslims in the diaspora. Pakistani youth, in particular, are caught in a dual struggle: on one hand, they seek to preserve their religious and cultural heritage rooted in Islamic teachings and Pakistani traditions, and on the other, they must adapt to the socio-cultural norms, educational structures, and ideological pressures of Western societies. This duality creates a unique environment where questions of belonging, self-perception, and faith become central to their identity formation.

The paper highlights that religious identity for these youth is no longer confined to rituals or inherited traditions but has evolved into a conscious intellectual and social project. Many Pakistani Muslim youth attempt to reconcile their Islamic commitments with the demands of modern secular contexts, often redefining themselves as “Pakistani Muslims” in a hybrid and dynamic sense. This process of negotiation is shaped by family influences, community organizations, educational institutions, religious leaders, and increasingly, digital platforms such as social media. Online spaces, while providing opportunities for connection and the assertion of Muslim identity, also present challenges of exposure to Islamophobic discourses and cultural assimilation pressures.

A significant challenge addressed in this study is the rise of Islamophobia in the West, which often places Pakistani Muslim youth in defensive positions. Experiences of discrimination, exclusion, and misrepresentation lead to psychological and social stress. However, these challenges also act as catalysts for many young people to consciously re-engage with their faith, drawing upon the Qur'an, the Sunnah, and Islamic intellectual traditions as resources for empowerment and resilience. The research emphasizes that the construction of a stable identity depends on anchoring religious consciousness in authentic Islamic thought while remaining open to dialogue with wider societies.

Furthermore, the study argues that identity should not be reduced to external pressures or inherited customs alone; rather, it must be cultivated as a sustainable and constructive force. When grounded in Islamic principles such as justice, compassion, and balance, religious identity enables Pakistani Muslim youth to not only preserve their sense of belonging but also to contribute positively to Western societies. The research therefore seeks to offer practical and intellectual guidelines inspired by Islamic thought, showing how young Muslims can navigate challenges without compromising their faith.

By situating the issue within broader theoretical frameworks of identity, diaspora, and intercultural engagement, the paper provides a comprehensive analysis that bridges theology, sociology, and contemporary challenges. It concludes that the religious identity of Pakistani Muslim youth in the West is not merely a passive inheritance but an active, evolving project. Anchored in Islamic values, yet responsive to contemporary realities, this identity has the potential to foster resilience, confidence, and constructive engagement in pluralistic societies.

Keywords: Pakistani Muslim Youth, Religious Identity, Diaspora, Islamic Thought, Multiculturalism, Islamophobia, Globalization, Identity Formation

مقدمہ

مغربی دنیا میں بسنے والی مسلم برادری کو جن چیلنجز کا سامنا ہے، ان میں سب سے اہم سوال ”مذہبی شناخت“ کا ہے۔ خصوصاً پاکستانی نژاد مسلم نوجوان، جو

مغربی معاشروں میں پرورش پاتے ہیں، ایک دوہری کشش کا تجربہ کرتے ہیں: ایک طرف اپنے والدین کی مذہبی و ثقافتی اقدار کا بوجھ، اور دوسری طرف

میزبان معاشرے کی سیکولر، لبرل اور کثیرالانشقاقی فضا کے تقاضے۔ یہی کشش ان کی فکری، سماجی اور عملی زندگی میں گہرے اثرات ڈالتی ہے۔ اس حقیقت

نے تحقیق کے میدان میں ایک نئے باب کو کھولا ہے کہ مذہبی شناخت کس طرح نہ صرف فرد کی ذات بلکہ ایک پوری کمیونٹی کے اجتماعی شعور کو تشکیل دیتی

ہے۔

پاکستانی مسلم نوجوانوں کی شناخت کی تشکیل کا عمل محض انفرادی یا خاندانی دائرے تک محدود نہیں بلکہ اس کے پیچھے وسیع تر سماجی و سیاسی عوامل کارفرما ہیں۔ مغربی ممالک میں امیگریشن کی تاریخ، اسلاموفوبیا کی بڑھتی ہوئی فضا، میڈیا کی منفی تصویر کشی، اور پالیسی سطح پر بعض اوقات سخت گیر رویے نوجوانوں کے احساس تعلق کو متاثر کرتے ہیں۔ ایسے ماحول میں مذہبی شناخت ان کے لیے صرف ایک اعتقادی وابستگی نہیں رہتی بلکہ یہ ان کے وجود کی علامت اور بقا کا ذریعہ بن جاتی ہے۔

یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ مغربی تناظر میں پروان چڑھنے والے پاکستانی مسلم نوجوان اپنی شناخت کو یک طرفہ انداز میں متعین نہیں کرتے۔ وہ ایک طرف پاکستانی تہذیبی ورثے سے جڑے رہنے کی کوشش کرتے ہیں، دوسری طرف مغربی معاشرت کے اثرات سے بھی مفر ممکن نہیں پاتے۔ نتیجتاً ان کی شناخت ایک مخلوط اور مرکب صورت اختیار کر لیتی ہے جس میں مذہب، ثقافت، زبان اور سماجی اقدار سبھی شامل ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اس مرکب شناخت میں مذہب کا کردار کتنا مضبوط اور موثر ہے؟ یہی سوال اس تحقیق کی بنیاد ہے۔

مزید برآں، شناخت کی یہ بحث محض ثقافتی مظاہر یا نسلی وابستگی تک محدود نہیں بلکہ اس میں گہرے فکری اور عملی مضمرات بھی ہیں۔ نوجوان جب اپنے آپ کو ”مسلمان“ کے طور پر متعارف کراتے ہیں تو اس سے ان کے طرز فکر، رویوں، تعلقات، اور حتیٰ کہ مستقبل کے منصوبوں پر بھی اثر پڑتا ہے۔ شناخت کا یہ عمل فرد کی ذاتی زندگی سے نکل کر سماج کے مختلف طبقات پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اس تناظر میں پاکستانی مسلم نوجوانوں کی مذہبی شناخت محض ایک ذاتی یا محدود دائرے کی چیز نہیں بلکہ یہ ایک سماجی و فکری پراجیکٹ کی حیثیت رکھتی ہے۔

عصر حاضر میں گلوبلائزیشن اور ڈیجیٹلائزیشن نے شناخت کے سوال کو مزید پیچیدہ بنا دیا ہے۔ سوشل میڈیا اور آن لائن کمیونٹیز نے نوجوانوں کو ایک ایسا پلیٹ فارم مہیا کیا ہے جہاں وہ اپنی مذہبی شناخت کو نہ صرف برقرار رکھ سکتے ہیں بلکہ اسے عالمی سطح پر متعارف بھی کر سکتے ہیں۔ تاہم اس عمل کے ساتھ نئے چیلجز بھی سامنے آتے ہیں: کس طرح وہ اپنی مسلم شناخت کو مغربی تنقید کے دباؤ سے محفوظ رکھیں؟ کس طرح وہ روایتی مذہبی اقدار کو جدید سوشالوجی اور سائیکالوجی کے تقاضوں کے ساتھ ہم آہنگ کریں؟ اور کس طرح وہ اپنی شناخت کو ایک مثبت اور تعمیری قوت میں بدل سکیں؟ یہ سب سوالات اس تحقیق کی راہنمائی کرتے ہیں۔

اس تناظر میں اسلامی فکر کو ایک بنیاد کے طور پر پیش کرنا ناگزیر ہو جاتا ہے۔ قرآن و سنت اور اسلامی روایت نوجوانوں کے لیے نہ صرف اعتقادی رہنمائی فراہم کرتے ہیں بلکہ ایک جامع طرز زندگی بھی پیش کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس تحقیق میں اس امر پر توجہ دی جائے گی کہ اسلامی فکر کس طرح مغربی معاشروں میں پرورش پانے والے پاکستانی مسلم نوجوانوں کے لیے رہنمائی فراہم کر سکتی ہے۔

اس مقدمے کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ مذہبی شناخت محض ایک نظری یا غیر عملی تصور نہیں بلکہ ایک ایسا پہلو ہے جو مغرب میں پاکستانی مسلم نوجوانوں کی روزمرہ زندگی، تعلیمی میدان، سماجی تعلقات اور نفسیاتی استحکام پر براہ راست اثر انداز ہوتا ہے۔ مزید یہ کہ اس تحقیق کے ذریعے یہ جانچنے کی کوشش کی جائے گی کہ کس طرح یہ نوجوان اپنی شناخت کو نہ صرف برقرار رکھ سکتے ہیں بلکہ اسے مغربی معاشروں کے لیے ایک مثبت اور تعمیری عنصر بنا سکتے ہیں۔ یوں یہ مطالعہ مذہبی شناخت کی بحث کو ایک نئے زاویے سے سامنے لائے گا اور علمی و عملی دنیا دونوں کے لیے رہنمائی فراہم کرے گا۔

بار دیگر مغربی دنیا میں بسنے والی مسلم اقلیتیں بالخصوص پاکستانی نوجوان اپنی مذہبی شناخت کے حوالے سے ایک اہم مرحلے سے گزر رہی ہیں۔ ہجرت اور جلاوطنی کا تجربہ ہمیشہ سے انسانی معاشرت کا حصہ رہا ہے، مگر جدید دور میں ہجرت کے اثرات کہیں زیادہ گہرے اور ہمہ گیر ہیں۔ یورپ، امریکہ اور کینیڈا میں مقیم پاکستانی کمیونٹی کی نئی نسل ایسے ماحول میں پروان چڑھ رہی ہے جہاں مذہب محض ذاتی معاملہ نہیں بلکہ ایک اجتماعی اور سماجی علامت کے طور پر بھی دیکھا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں نوجوان اپنی شناخت کو قائم رکھنے یا اس میں تبدیلی لانے کے دوہری دباؤ کا شکار رہتے ہیں۔

پاکستانی نوجوانوں کی مذہبی شناخت مغربی معاشروں میں مختلف زاویوں سے متاثر ہوتی ہے۔ ایک طرف انہیں اپنی جڑوں، ورثے اور خاندانی روایات کا دباؤ ہوتا ہے جبکہ دوسری جانب سیکولر اقدار، لبرل ازم اور انضمام (integration) کے تقاضے بھی ان کے سامنے موجود ہوتے ہیں۔ بہت سے نوجوان اس سوال سے دوچار رہتے ہیں کہ وہ اپنی مسلم شناخت کو کس حد تک نمایاں کریں اور کس درجے میں مقامی معاشرے میں گھل مل جائیں۔ ان کی روزمرہ زندگی میں یہ سوالات تعلیم، روزگار، سماجی تعلقات اور حتیٰ کہ ثقافتی میل جول میں بھی نمایاں ہو کر سامنے آتے ہیں۔

اسلاموفوبیا اور نسلی امتیاز نے اس مسئلے کو مزید پیچیدہ کر دیا ہے۔ تحقیق سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مسلمان نوجوان اکثر ایسے تعلیمی اداروں یا کام کی جگہوں میں موجود ہوتے ہیں جہاں ان کی مذہبی وابستگی کو شک کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر حجاب، داڑھی یا اسلامی شعائر کی ادائیگی جیسے عوامل ان کے لیے امتیازی رویوں کا باعث بن جاتے ہیں¹۔ اس کے ساتھ ساتھ مغربی میڈیا میں اسلام کی منفی پیشکش بھی نوجوانوں پر نفسیاتی دباؤ ڈالتی ہے۔

¹ - Jocelyne Cesari, When Islam and Democracy Meet: Muslims in Europe and in the United States (New York: Palgrave Macmillan, 2004), 87.

دوسری طرف، پاکستانی مسلم نوجوانوں کے لیے یہ صورت حال ایک موقع بھی فراہم کرتی ہے۔ وہ اپنی شناخت کو از سر نو متعین کرنے اور اسلام کی عالمگیر تعلیمات کو معاصر سیاق و سباق میں پیش کرنے کی کوشش کر سکتے ہیں۔ بہت سے نوجوانوں نے کمیونٹی آرگنائزیشنز، سوشل میڈیا پلیٹ فارمز اور علمی مباحثوں کے ذریعے اپنی مسلم شناخت کو مضبوط کرنے کی راہیں نکالی ہیں۔ ان کی سرگرمیوں سے یہ تاثر ملتا ہے کہ مذہبی شناخت محض وراثت میں ملنے والا ایک جامد تصور نہیں بلکہ یہ ایک متحرک اور ارتقائی عمل ہے جو نئے ماحول میں نئے رنگ اختیار کرتا ہے۔

یہاں ایک اہم پہلو والدین اور نئی نسل کے درمیان فکری فاصلے کا ہے۔ ہجرت کرنے والی پہلی نسل اپنی مذہبی شناخت کو زیادہ روایتی انداز میں محفوظ رکھنے کی کوشش کرتی ہے، جبکہ نئی نسل اسے زیادہ فکری اور عملی بنیادوں پر تشکیل دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض اوقات گھر اور معاشرے کے مطالبات میں ٹکراؤ پیدا ہوتا ہے، جس سے نوجوانوں کی شخصیت میں دوہرا پن جنم لیتا ہے²۔ اس دوہرے پن کو سمجھنے کے لیے مذہبی شناخت کے معاشرتی اور فکری پہلوؤں کا گہرا مطالعہ ناگزیر ہے۔

اسلامی فکر کی روشنی میں مذہبی شناخت کو سمجھنا نہایت اہم ہے۔ قرآن مجید نے مسلمانوں کو ”خیر امتیہ“³ قرار دے کر ان پر ذمہ داری عائد کی ہے کہ وہ دنیا میں خیر کے نمائندہ اور عدل کے علم بردار بنیں⁴۔ یہی تعلیمات نوجوانوں کے لیے رہنمائی فراہم کرتی ہیں کہ وہ مغربی معاشرے میں اپنی مسلم شناخت کو نہ صرف برقرار رکھیں بلکہ اس کے ذریعے معاشرتی سطح پر مثبت کردار ادا کریں۔ سیرت نبویؐ بھی اس سلسلے میں ایک کامل نمونہ فراہم کرتی ہے کہ کس طرح ایک مسلم معاشرہ غیر مسلم اکثریت والے ماحول میں اپنی شناخت اور اقدار کو زندہ رکھ سکتا ہے۔

مغربی علمی حلقوں میں بھی مذہبی شناخت پر وسیع تحقیق ہوئی ہے۔ مختلف ماہرین سماجیات اور ماہرین تعلیم اس بات پر زور دیتے ہیں کہ شناخت کوئی جامد حقیقت نہیں بلکہ یہ مسلسل تشکیل پاتی ہے۔ پاکستانی مسلم نوجوانوں کے حوالے سے یہ بحث اور زیادہ اہم ہو جاتی ہے کیونکہ وہ ایک ایسے معاشرتی پس منظر میں پرورش پا رہے ہیں جہاں دو مختلف تہذیبی دھارے ٹکراتے ہیں۔ یہی پس منظر اس تحقیق کی بنیاد فراہم کرتا ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ اسلامی فکر کی روشنی میں ایسے رہنما اصول وضع کیے جائیں جو نوجوانوں کو فکری اور عملی سطح پر اعتماد فراہم کریں۔

² Tariq Modood, Multicultural Politics: Racism, Ethnicity, and Muslims in Britain (Minneapolis: University of Minnesota Press, 2005), 114.

³ قرآن مجید، سورۃ آل عمران، 110:3۔

⁴ طاہر منصوری، مسلم اقلیتوں کے مسائل اور ان کے حل میں اداروں کا کردار (لاہور: دارالسلام، 2015ء)، 65۔

یوں کہا جاسکتا ہے کہ مغربی دنیا میں پاکستانی مسلم نوجوانوں کی مذہبی شناخت محض ایک ذاتی یا روحانی مسئلہ نہیں بلکہ ایک سماجی اور تہذیبی سوال بھی ہے۔ یہ سوال ان کے طرز فکر، طرز عمل اور مستقبل کی ترجیحات پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اس کے حل کے لیے نہ صرف سماجی سائنسز کی تحقیقات کو دیکھنا ضروری ہے بلکہ اسلامی تعلیمات اور فکر کو بھی ایک عملی اور رہنما اصول کے طور پر سامنے لانا ہوگا۔ یہی تحقیق کے سفر کا نقطہ آغاز ہے۔

یہ بھی قابل ذکر ہے کہ مذہبی شناخت کا تصور محض کسی فرد کی ذاتی وابستگی تک محدود نہیں رہتا بلکہ یہ ایک اجتماعی شعور کی حیثیت رکھتا ہے۔ نوجوان جب اپنی انفرادی سطح پر اپنے دین کو سمجھتے اور اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں تو وہ دراصل اپنے اجتماعی کردار کو بھی مضبوط کرتے ہیں۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو پاکستانی مسلم نوجوان، جو مغربی ماحول میں پرورش پا رہے ہیں، ان کی دینی وابستگی نہ صرف ان کے ذاتی وجود کو مستحکم بناتی ہے بلکہ وہ اپنی کمیونٹی اور وسیع تر مسلم امت کے لئے بھی کردار ادا کرتے ہیں۔ ان کی پہچان اسلام کی نمائندگی کرتی ہے اور ان کے رویے اسلام کی عملی تصویر کے طور پر دیکھے جاتے ہیں۔ مزید برآں، شناخت کا تعلق صرف عقائد یا رسومات کے اظہار سے نہیں ہوتا بلکہ یہ ایک مسلسل فکری و عملی جدوجہد ہے۔ نوجوان اپنے تعلیمی و سماجی سفر میں جن سوالات اور چیلنجز سے دوچار ہوتے ہیں، وہ ان کے اندر ایک نئی جستجو کو جنم دیتے ہیں۔ یہ جستجو اگر صحیح رہنمائی سے جڑی ہو تو مذہبی شناخت کو مزید پختہ کرتی ہے۔ لیکن اگر یہ خلا باقی رہ جائے تو وہ شناخت کے بحران اور کمزوری کا باعث بن سکتی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ نوجوانوں کو ایسا فکری اور روحانی سہارا فراہم کیا جائے جو انہیں استقامت دے۔

اس پہلو کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ جدید دنیا میں معلومات کی فراہمی اور ذرائع ابلاغ نے شناخت کی تشکیل پر گہرا اثر ڈالا ہے۔ ان حالات میں نوجوان اگر بغیر تنقیدی شعور کے محض بیرونی اثرات کو قبول کر لیں تو وہ اپنی انفرادیت کھو بیٹھتے ہیں۔ اس لیے ایک مضبوط داخلی قوت اور فکری وضاحت ناگزیر ہے۔ پاکستانی مسلم نوجوان اپنی اصل دینی روایت سے وابستہ رہ کر نہ صرف اپنی شناخت کی حفاظت کر سکتے ہیں بلکہ مغربی معاشرے میں ایک مثبت اور متوازن کردار ادا کر سکتے ہیں۔ یہی کردار مستقبل میں ان کی کامیابی اور مسلم امت کی نمائندگی کا ضامن ہے۔

مزید یہ کہ مغربی معاشرے میں پاکستانی مسلم نوجوانوں کی شناخت کے حوالے سے ایک اہم پہلو ان کی دوہری وابستگی ہے۔ ایک طرف وہ پاکستانی ثقافت، زبان اور مذہبی ورثے سے جڑے رہنا چاہتے ہیں، تو دوسری طرف مغربی سماجی و تعلیمی ڈھانچے میں اپنی جگہ بنانے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔ یہ دوہرا تعلق بسا اوقات ان کی شخصیت میں توازن پیدا کرتا ہے لیکن بعض حالات میں یہ تضاد اور کشمکش کا باعث بھی بن سکتا ہے۔ یہی کشمکش ان کے رویوں اور فکری رجحانات میں جھلکتی ہے، اور اسی کو سمجھنا تحقیق کے بنیادی مقاصد میں شامل ہے۔

علاوہ ازیں، نئی نسل کے لیے مذہبی شناخت کا مطلب صرف روایتی رسومات یا عبادات تک محدود نہیں رہا بلکہ یہ ایک فکری و سماجی پراجیکٹ کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ نوجوان اپنے آپ کو صرف پاکستانی یا صرف مسلمان کے طور پر متعارف نہیں کراتے بلکہ وہ ”پاکستانی مسلمان“ کے ایک مشترکہ و مرکب تصور کو سامنے لاتے ہیں۔ اس مشترکہ شناخت کی تشکیل میں خاندان، تعلیمی ادارے، کمیونٹی مراکز اور مذہبی رہنما سب اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔

یہ بھی واضح رہے کہ موجودہ دور میں شناخت کا سوال محض فرد تک محدود نہیں رہا بلکہ یہ گلوبلائزیشن، میڈیا اور ڈیجیٹل دنیا کے اثرات سے بھی جڑا ہوا ہے۔ سوشل میڈیا پلیٹ فارمز نوجوانوں کو یہ موقع فراہم کرتے ہیں کہ وہ اپنی مسلم شناخت کو عالمی سطح پر پیش کریں اور دوسروں کے ساتھ مکالمہ قائم کریں۔ اس مکالمے نے شناخت کو مزید پیچیدہ بھی بنایا ہے اور نئے امکانات بھی پیدا کیے ہیں۔

اسی لیے اس تحقیق میں اس بات پر زور دیا جائے گا کہ پاکستانی مسلم نوجوان اپنی مذہبی شناخت کو کس طرح ایک مثبت اور فعال قوت میں ڈھال سکتے ہیں۔ یہ شناخت اگر صرف ماضی کی وراثت یا خارجی دباؤ کے نتیجے میں قائم کی جائے تو اس میں پائیداری نہیں رہتی، لیکن اگر یہ قرآن و سنت کی روشنی میں ایک فکری بنیاد پر استوار ہو تو یہ نہ صرف ان کی ذاتی زندگی بلکہ پورے معاشرے کے لیے رہنمائی کا ذریعہ بن سکتی ہے۔ یوں یہ تحقیق اس بات کا جائزہ لے گی کہ اسلامی فکر کس طرح مغربی معاشروں میں پرورش پانے والے پاکستانی مسلم نوجوانوں کے لیے ایک مضبوط فکری اور عملی لائحہ عمل فراہم کر سکتی ہے۔

اسلامی فکر اور نوجوانوں کی شناخت

اسلامی فکر نے ہمیشہ مسلمان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں شناخت کے تصور کو بنیادی حیثیت دی ہے۔ قرآن و سنت کے نصوص میں جگہ جگہ اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ مسلمان اپنی وابستگی کو صرف اللہ اور اس کے رسولؐ سے جوڑیں اور اسی نسبت کے تحت اپنی زندگی کو تشکیل دیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی تہذیب میں ”مسلم شناخت“ کا مطلب محض مذہبی رسومات کی ادائیگی نہیں بلکہ ہمہ گیر طرزِ حیات ہے جس میں عقائد، عبادات، اخلاقیات اور سماجی تعلقات سب شامل ہیں۔ پاکستانی مسلم نوجوان جب مغربی دنیا میں پروان چڑھتے ہیں تو وہ اپنے اس تشخص کو دو سطحوں پر سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں: ایک طرف اسلامی فکر کے نظریاتی اصول اور دوسری طرف مغربی معاشروں کے عملی تقاضے۔

قرآن مجید نے مسلمانوں کو ”امتِ وسط“ قرار دے کر یہ واضح کیا کہ ان کا کردار دنیا میں توازن اور عدل کا ہے⁵۔ یہ آیت محض ایک مذہبی نعرہ نہیں بلکہ مسلمان نوجوانوں کے لیے ایک فکری رہنما اصول فراہم کرتی ہے۔ وہ مغربی معاشروں میں رہتے ہوئے بھی اپنی شناخت کو ”امتِ وسط“ کے طور پر متعین

⁵ القرآن الکَرِیم، سورۃ البقرۃ، 2:143۔

کر سکتے ہیں تاکہ نہ تو وہ انتہا پسندی کا شکار ہوں اور نہ ہی اپنی مذہبی بنیادوں کو ترک کریں۔ اس طرح اسلامی فکر انہیں ایک ایسی متوازن شناخت عطا کرتی ہے جو جدید دنیا کے چیلنجز کے ساتھ ہم آہنگ بھی ہے اور اپنی اصل سے جڑی ہوئی بھی۔

سیرت نبویؐ اس حوالے سے سب سے اہم ماخذ ہے۔ مدینہ منورہ میں حضور اکرمؐ نے ایک ایسا معاشرہ قائم کیا جہاں مختلف مذاہب اور ثقافتوں کے لوگ آباد تھے۔ وہاں مسلمان اپنی مذہبی شناخت کو برقرار رکھتے ہوئے دوسروں کے ساتھ امن و انصاف کے اصولوں پر تعلقات قائم کرتے تھے۔ اس عملی مثال سے پاکستانی مسلم نوجوان یہ رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں کہ وہ مغربی معاشروں میں اپنی شناخت کو کس طرح زندہ رکھیں اور کس طرح بین المذاہب و بین الثقافتی تعلقات کو ایک مثبت رخ دیں⁶۔

اسلامی مفکرین نے جدید دور میں بھی نوجوانوں کے حوالے سے واضح رہنمائی فراہم کی ہے۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اپنی تصانیف میں اس بات پر زور دیا کہ اسلام محض ایک مذہب نہیں بلکہ ایک نظام حیات ہے۔ ان کے نزدیک نوجوان وہ طبقہ ہے جو اسلام کی بقا اور ترقی میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ لہذا وہ اپنی شناخت کو "عقیدہ اور عمل" دونوں سطحوں پر استوار کریں⁷۔ اسی طرح ڈاکٹر یوسف القرضاوی نے مغرب میں مسلمانوں کے مسائل پر لکھتے ہوئے نوجوانوں کے لیے یہ ہدایت دی کہ وہ اپنی مسلم شناخت کو بوجھ نہ سمجھیں بلکہ اسے ایک اخلاقی و فکری سرمایہ سمجھیں جس کے ذریعے وہ معاشرتی سطح پر مثبت کردار ادا کر سکتے ہیں⁸۔

پاکستانی نوجوان جب اپنی شناخت اسلامی فکر کے تناظر میں دیکھتے ہیں تو ان کے سامنے کئی امکانات کھلتے ہیں۔ وہ اپنے عقیدے کو صرف عبادات تک محدود نہیں رکھتے بلکہ تعلیم، کاروبار، سیاست اور سماجی تعلقات میں بھی اس کا عکس پیش کرتے ہیں۔ اسی کو قرآن نے "شہادت علی الناس" کا نام دیا ہے یعنی مسلمانوں کی موجودگی دنیا میں حق کی گواہی ہے⁹۔ یہ تصور نوجوانوں کو یہ احساس دلاتا ہے کہ ان کی شناخت محض ذاتی مسئلہ نہیں بلکہ اجتماعی ذمہ داری بھی ہے۔

⁶ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، (قاہرہ: دار المعرفۃ، 2005)، ج 2، ص 212۔

⁷ سید ابوالاعلیٰ مودودی، خطبات، (لاہور: ادارہ معارف اسلامی، 1990)، ص 67۔

⁸ Yusuf al-Qaradawi, The Lawful and the Prohibited in Islam (Indianapolis: American Trust Publications, 1999), 25.

⁹ القرآن الکریم، سورۃ البقرۃ، 2: 143۔

معاصر سماجی علوم بھی اس حقیقت کی تائید کرتے ہیں کہ مذہبی شناخت نوجوانوں کے لیے نفسیاتی اور اخلاقی سکون کا ذریعہ ہے۔ جب نوجوان اپنی شناخت کو واضح طور پر اسلامی فکر سے وابستہ کرتے ہیں تو انہیں داخلی ہم آہنگی اور بیرونی استقامت حاصل ہوتی ہے۔ ایک حالیہ مطالعے کے مطابق مغربی معاشروں میں وہ مسلمان نوجوان جو اپنے مذہبی تشخص کو مثبت طور پر اپناتے ہیں، وہ ذہنی دباؤ اور سماجی الجھنوں سے نسبتاً بہتر طور پر نمٹتے ہیں¹⁰۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلامی فکر نہ صرف نظریاتی رہنمائی فراہم کرتی ہے بلکہ عملی طور پر نوجوانوں کی شخصیت کو مستحکم بھی کرتی ہے۔

اسلامی فکر کا ایک اور پہلو اخلاقی تربیت ہے۔ قرآن نے ایمان کے ساتھ عمل صالح کو لازمی قرار دیا ہے۔ اگر پاکستانی مسلم نوجوان اپنی شناخت کو صرف "مسلم نام" یا "نسلی ورثہ" تک محدود رکھیں تو یہ شناخت کمزور پڑ جائے گی۔ لیکن اگر وہ اسلامی فکر کے اخلاقی اصولوں کو اپنی زندگی میں شامل کریں، جیسے دیانت، عدل، خدمتِ خلق اور عفت و حیا، تو ان کی شناخت ایک جیتی جاگتی حقیقت بن جائے گی۔ یہی وہ رہنمائی ہے جو انہیں مغربی معاشروں کے اندر اپنی جگہ بنانے اور دوسروں کے ساتھ مثبت تعلقات قائم کرنے میں مدد دے سکتی ہے۔

یوں اسلامی فکر نوجوانوں کو ایک ایسا فکری و عملی خاکہ فراہم کرتی ہے جو انہیں نہ صرف اپنی مذہبی شناخت کے تحفظ میں مدد دیتا ہے بلکہ انہیں معاشرے میں فعال اور مثبت کردار ادا کرنے کے قابل بھی بناتا ہے۔ پاکستانی مسلم نوجوان اگر اس رہنمائی کو اپنائیں تو وہ اپنے لیے ایک روشن مستقبل تراش سکتے ہیں اور اپنی شناخت کو ایک ایسی طاقت میں بدل سکتے ہیں جو مغربی دنیا میں اسلام کے مثبت تاثر کو عام کرے۔

یہاں اس حقیقت کو بھی اجاگر کرنا ضروری ہے کہ مغربی معاشرے میں پرورش پانے والے نوجوان صرف بیرونی دباؤ کا ہی شکار نہیں ہوتے بلکہ وہ اپنی شناخت کے حوالے سے ایک داخلی کشمکش سے بھی دوچار رہتے ہیں۔ ان کے دلوں میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ آیا وہ اپنی اسلامی شناخت کو برقرار رکھ کر کامیابی حاصل کر سکتے ہیں یا انہیں اپنی مذہبی انفرادیت کو پس پشت ڈالنا ہو گا۔ یہی کشمکش ان کی نفسیاتی کیفیت اور رویوں پر گہرا اثر ڈالتی ہے۔ اگر انہیں مثبت اور متوازن رہنمائی نہ ملے تو وہ یا تو انتہا پسندی کی طرف مائل ہو جاتے ہیں یا پھر اپنی مذہبی شناخت کو مکمل طور پر ترک کر دیتے ہیں۔

اس پس منظر میں نوجوانوں کی ضرورت صرف یہ نہیں کہ وہ اپنی شناخت کے خدوخال کو سمجھیں بلکہ یہ بھی ہے کہ وہ اپنی مذہبی پہچان کو ایک مثبت قوت کے طور پر استعمال کریں۔ شناخت کا بحران اس وقت زیادہ شدت اختیار کرتا ہے جب نوجوان اپنے آپ کو مغربی سماج کے ساتھ مطابقت میں لانے کی

¹⁰ خورشید حسن، یورپ میں مسلمان اور اسلامی شناخت (لاہور: ادارہ تحقیقات اسلامی، 2018ء)، 121۔

جدوجہد کرتے ہیں اور اس عمل میں اپنی دینی وابستگی کو کمزور کر بیٹھتے ہیں۔ اس چیلنج سے نمٹنے کے لئے ضروری ہے کہ ان کی شخصیت کی تشکیل ایسے فریم ورک کے تحت کی جائے جو انہیں اپنی دینی اقدار پر مطمئن رکھے اور ساتھ ہی انہیں معاشرے میں فعال کردار ادا کرنے کا حوصلہ دے۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ مغربی دنیا کے اندر رہنے والے کئی نوجوان اپنی مذہبی شناخت کو کامیابی کے ساتھ برقرار رکھتے ہوئے نہ صرف معاشرتی سطح پر نمایاں ہوتے ہیں بلکہ دوسروں کے لئے ایک مثال بھی بنتے ہیں۔ یہ مثالیں یہ بتاتی ہیں کہ اسلامی شناخت اور مغربی معاشرے میں عملی شمولیت ایک دوسرے کی ضد نہیں بلکہ ایک دوسرے کے ساتھ ہم آہنگ ہو سکتی ہیں۔ نوجوان اگر اپنی فکر اور رویے میں توازن قائم کریں تو وہ اپنی شناخت کو بحران سے نکال کر ایک مضبوط اور مستحکم حقیقت میں ڈھال سکتے ہیں۔ یہی راستہ ان کے مستقبل اور مسلم کمیونٹی کی اجتماعی کامیابی کی ضمانت ہے۔

تجزیہ

پاکستانی مسلم نوجوانوں کی مذہبی شناخت مغربی معاشروں میں مختلف سماجی، ثقافتی اور فکری عوامل کے زیر اثر تشکیل پا رہی ہے۔ اس تحقیق کے تجربے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ مذہبی تشخص کا مسئلہ محض انفرادی نہیں بلکہ اجتماعی اور تہذیبی بھی ہے۔ نوجوانوں کے تجربات اور مشاہدات یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ان کی شناخت کئی پہلوؤں پر مشتمل ہے: ایک پہلوان کے والدین سے وراثت میں ملا ہوا مذہبی اور ثقافتی سرمایہ ہے، جبکہ دوسرا پہلو وہ اثرات ہیں جو مغربی معاشرتی ڈھانچے سے مرتب ہوتے ہیں۔

ایک نمایاں نتیجہ یہ ہے کہ پاکستانی نوجوان اپنی شناخت کو "ثنائی عمل" کے طور پر دیکھتے ہیں۔ یعنی وہ ایک ہی وقت میں اپنی مسلم شناخت اور اپنی مغربی شہریت یا رہائش کو یکجا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بہت سے نوجوانوں کے انٹرویوز سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسلام کو اپنی "اصلی" اور "بنیادی" شناخت سمجھتے ہیں جبکہ مغربی اقدار اور شناخت کو "پیشہ ورانہ" یا "سماجی" ضرورت کے طور پر قبول کرتے ہیں¹¹۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مذہبی شناخت ان کے لیے بنیادی حیثیت رکھتی ہے لیکن وہ عملی زندگی میں ایک پگھلاؤ رو بہ بھی اپناتے ہیں۔

دوسرا اہم پہلو یہ ہے کہ مذہبی شناخت کی مضبوطی یا کمزوری میں خاندانی پس منظر بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ وہ نوجوان جن کے والدین مذہبی شعائر اور اسلامی اقدار کی عملی پیروی کرتے ہیں، ان میں مذہبی شناخت زیادہ واضح اور مستحکم نظر آتی ہے۔ اس کے برعکس وہ نوجوان جن کے والدین مذہبی حوالے

¹¹ - Tariq Ramadan, Western Muslims and the Future of Islam (Oxford: Oxford University Press, 2004), 97-

سے کمزور یا غیر متحرک ہیں، وہ زیادہ تذبذب کا شکار نظر آتے ہیں۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ گھر ہی وہ بنیادی ادارہ ہے جہاں مذہبی شناخت کی بنیاد رکھی جاتی ہے¹²۔

مزید برآں، مغربی معاشروں میں موجود اسلامی نو جوانوں کی شناخت کو دو مختلف راستوں پر دھکیل دیتا ہے۔ کچھ نو جوان اس دباؤ کے نتیجے میں اپنی شناخت کو مزید مضبوط کر لیتے ہیں اور اسلامی شعائر کو زیادہ شدت کے ساتھ اپناتے ہیں۔ جبکہ کچھ نو جوان معاشرتی قبولیت کے حصول کے لیے اپنی شناخت کو پس پردہ رکھنے یا اس میں کمی کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ ایک دلچسپ تضاد ہے جسے تجزیہ میں بار بار نوٹ کیا گیا¹³۔

نو جوانوں کی شناخت پر ایک اور اثر تعلیمی اداروں کے ماحول کا ہے۔ ایسے ادارے جہاں تنوع اور کثیر الثقافتی اقدار کو تسلیم کیا جاتا ہے، وہاں پاکستانی نو جوان نسبتاً زیادہ اعتماد کے ساتھ اپنی مسلم شناخت کا اظہار کرتے ہیں۔ اس کے برعکس ان اداروں میں جہاں مذہبی یا ثقافتی تنوع کو کم اہمیت دی جاتی ہے، وہاں نو جوان اپنی شناخت کو پوشیدہ رکھنے میں عافیت سمجھتے ہیں۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ادارہ جاتی پالیسیاں اور ماحول براہ راست نو جوانوں کے مذہبی تشخص کو متاثر کرتے ہیں¹⁴۔

تجزیہ سے یہ بھی واضح ہوا کہ ڈیجیٹل اور سوشل میڈیا نو جوانوں کی شناخت میں دوہرا کردار ادا کرتا ہے۔ ایک طرف یہ پلیٹ فارم نو جوانوں کو اسلامی تعلیمات، علمی مباحث اور کمیونٹی کے ساتھ جڑنے کے مواقع فراہم کرتا ہے۔ دوسری طرف یہی میڈیا انہیں ایسے مواد کے سامنے بھی لے آتا ہے جو ان کی شناخت کو کمزور یا متزلزل کرنے کا سبب بنتا ہے۔ چنانچہ نتائج سے یہ اخذ کیا گیا کہ سوشل میڈیا کا استعمال اگر اسلامی فکر کی روشنی میں مثبت انداز میں کیا جائے تو یہ شناخت کو مضبوط کرنے کا ذریعہ ہے، بصورت دیگر یہ نقصان دہ بھی ہو سکتا ہے۔

ایک دلچسپ پہلو یہ بھی سامنے آیا کہ پاکستانی نو جوان اپنی شناخت کو صرف مذہبی دائرے میں محدود نہیں رکھتے بلکہ اسے ایک "ثقافتی سرمایہ" بھی سمجھتے ہیں۔ مثلاً پاکستانی کھانوں، زبان اور تہواروں کو وہ اپنی شناخت کا حصہ سمجھتے ہیں۔ یہ ثقافتی پہلو انہیں کمیونٹی کے ساتھ جوڑے رکھتا ہے اور اس کے ذریعے وہ مغربی معاشروں میں اپنی الگ پہچان کو اجاگر کرتے ہیں۔ اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ مذہبی اور ثقافتی شناخت ایک دوسرے کے ساتھ مربوط ہیں اور نو جوان دونوں کو یکجا کر کے اپنی شخصیت کی تشکیل کرتے ہیں۔

¹² - Meer, Nasar, and Tariq Modood. Muslim Minorities in the West: Visible and Invisible (London: Routledge, 2010), 88-

¹³ -Vertovec, Steven. Super-Diversity and Its Implications (Ethnic and Racial Studies 30, no. 6, 2007), 1027-

¹⁴ -Lewis, Philip. Young, British and Muslim (London: Continuum, 2007), 142-

ان تمام پہلوؤں کے مجموعی تجزیے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ پاکستانی مسلم نوجوانوں کی شناخت ایک "ارتقائی عمل" ہے۔ یہ شناخت نہ تو بالکل جامد ہے اور نہ ہی مکمل طور پر مغربی معاشرے کے سانچے میں ڈھل جاتی ہے۔ بلکہ یہ ایک ایسا عمل ہے جس میں نوجوان اپنی مذہبی اقدار اور مقامی معاشرتی تقاضوں کو مسلسل ہم آہنگ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہی عمل ان کے لیے چیلنج بھی ہے اور موقع بھی۔

مجموعی طور پر نتائج اس حقیقت کو اجاگر کرتے ہیں کہ اسلامی فکر نوجوانوں کی شناخت کے لیے سب سے مضبوط ستون ہے۔ جب نوجوان اپنی مسلم شناخت کو قرآن و سنت کی روشنی میں دیکھتے ہیں تو وہ زیادہ پُر اعتماد، بااخلاق اور فعال شہری بنتے ہیں۔ اس کے برعکس اگر وہ اپنی شناخت کو صرف ثقافتی یا نسلی بنیاد پر دیکھیں تو وہ زیادہ متذبذب اور کمزوری کا شکار ہوتے ہیں۔ یہی بنیادی نکتہ اس تجزیے سے حاصل ہوا کہ اسلامی فکر کے ساتھ مضبوط تعلق ہی وہ راستہ ہے جو مغربی دنیا میں پاکستانی مسلم نوجوانوں کو ایک متوازن اور مستحکم شناخت فراہم کر سکتا ہے۔

یہاں یہ پہلو بھی قابل غور ہے کہ مغربی معاشرے میں نوجوانوں کی مذہبی شناخت کے لئے صرف داخلی یا ذاتی کوششیں کافی نہیں ہوتیں بلکہ ایک منظم اجتماعی حکمت عملی بھی درکار ہوتی ہے۔ اگر ایک نوجوان اپنے طور پر اسلامی اصولوں سے وابستہ رہنا چاہے لیکن اس کے ارد گرد ماحول اور معاشرتی ڈھانچہ اس کی حوصلہ افزائی نہ کرے تو وہ تنہائی اور باؤ کا شکار ہو سکتا ہے۔ اس تنہائی کو ختم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ تعلیمی ادارے، والدین، مذہبی رہنما اور کمیونٹی تنظیمیں مل کر ایسے پروگرام مرتب کریں جو نوجوانوں کو سہارا فراہم کریں۔

مزید یہ کہ نوجوانوں کے اندر تنقیدی شعور کی پرورش بھی نہایت ضروری ہے۔ اگر وہ مغربی میڈیا، تعلیمی نصاب یا سماجی رجحانات کا تجزیہ ایک علمی اور دینی نقطہ نظر سے کریں گے تو وہ اپنی شناخت کے بارے میں زیادہ پُر اعتماد رہیں گے۔ اس عمل سے وہ صرف "رد" یا "قبول" کے رویے تک محدود نہیں رہیں گے بلکہ ایک مثبت اور متوازن سوچ کے ساتھ اپنی جگہ بنا سکیں گے۔ شناخت کا بحران دراصل اسی وقت شدت اختیار کرتا ہے جب نوجوان اپنے دین اور اپنے ماحول کے درمیان بیل قائم کرنے میں ناکام ہو جاتے ہیں۔

یہ بھی قابل ذکر ہے کہ مذہبی شناخت کا استحکام محض انفرادی سطح پر فائدہ نہیں دیتا بلکہ یہ مغربی معاشروں میں اسلام کی اجتماعی نمائندگی کو بھی مضبوط کرتا ہے۔ جب ایک نوجوان اپنی شخصیت میں اسلام کی اقدار کو پیش کرتا ہے تو وہ دراصل اپنے دین کے تعارف کا ذریعہ بنتا ہے۔ یہ تعارف غیر مسلموں کے لئے اسلام کو سمجھنے کا ایک عملی موقع فراہم کرتا ہے۔ اس طرح نوجوان اپنی شناخت کی حفاظت کے ساتھ ساتھ دین کی تبلیغ اور دعوت کے میدان میں بھی کردار

ادا کرتے ہیں۔ اس زاویے سے دیکھا جائے تو شناخت کا بحران صرف ایک چیلنج نہیں بلکہ ایک موقع بھی ہے جسے مثبت حکمتِ عملی کے ذریعے فائدے میں بدلا جاسکتا ہے۔

مذہبی شناخت کے تحفظ کے لئے فکری و عملی رہنما اصول

پاکستانی مسلم نوجوانوں کی مذہبی شناخت کے استحکام کے لئے ایسے اصول وضع کرنا ضروری ہے جو نہ صرف فکری سطح پر رہنمائی فراہم کریں بلکہ عملی زندگی میں بھی مؤثر ہوں۔ مغربی معاشروں میں رہنے والے نوجوان جب مختلف ثقافتی و فکری دباؤ کا سامنا کرتے ہیں تو ان کے لئے یہ رہنما اصول بطور ڈھال کام کرتے ہیں۔ ان اصولوں کا تعلق اسلامی فکر سے براہِ راست ہے اور یہ قرآن، سنت اور اسلامی علمی روایت کی روشنی میں ترتیب پاتے ہیں۔

مذہبی شناخت کی بنیاد قرآن و سنت پر قائم ہے۔ نوجوانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے فکری و عملی فیصلوں میں قرآن و سنت کو مرکزی حیثیت دیں۔ یہ وابستگی انہیں مغربی معاشرت میں ضم ہو کر اپنی دینی انفرادیت کھونے سے محفوظ رکھتی ہے۔¹⁵

دین کا فہم محض رسمی علم سے ممکن نہیں بلکہ اس کے لئے عمیق مطالعہ اور جدید عصری تقاضوں کے ساتھ ربط ضروری ہے۔ دینی تعلیم کو جدید تناظر میں اس طرح پڑھایا جائے کہ نوجوان اپنی عملی زندگی میں اسے نافذ کر سکیں۔ اس ضمن میں مدارس، اسلامی مراکز اور آن لائن پلیٹ فارمز کو زیادہ مؤثر بنایا جانا چاہیے۔¹⁶

مذہبی شناخت محض عقائد و نظریات سے وابستہ نہیں بلکہ اخلاق و عمل سے بھی ظاہر ہوتی ہے۔ نوجوان اگر اسلامی اخلاقیات جیسے دیانت، عفت، صبر اور ایثار کو اپنائیں تو وہ اپنے معاشرتی کردار میں اسلام کی حقیقی تصویر پیش کر سکتے ہیں۔ یہ اصول انہیں نہ صرف مذہبی بلکہ سماجی سطح پر بھی پہچان بخشتا ہے۔¹⁷

نوجوان نسل سائنس، ٹیکنالوجی، تعلیم اور پیشہ ورانہ زندگی کے مختلف میدانوں میں مشغول ہے۔ ایسے میں ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اسلامی فکر کو محض عبادات تک محدود نہ رکھیں بلکہ زندگی کے ہر شعبے میں اس کے رہنما اصولوں کو بروئے کار لائیں۔ اس طرح مذہبی شناخت ان کے تمام تر رویوں اور فیصلوں میں جھلکنے لگتی ہے۔¹⁸

¹⁵۔ محمد یوسف القرضاوی، مسلم اقلیتوں کے مسائل اور ان کا حل، قاہرہ: مکتبہ وحبہ، 1994ء، ص 45۔

¹⁶۔ Tariq Ramadan, Western Muslims and the Future of Islam (Oxford: Oxford University Press, 2004), 67.

¹⁷۔ ابن خلدون، المقدمة، بیروت: دار الفکر، 2005ء، ص 112۔

مغربی ممالک میں موجود اسلامی مراکز، مساجد اور کمیونٹی ادارے نوجوانوں کی مذہبی شناخت کے لئے بنیاد فراہم کرتے ہیں۔ یہ ادارے تعلیمی، سماجی اور مذہبی سرگرمیوں کے ذریعے نوجوانوں کو اجتماعی طور پر ان کی شناخت سے جوڑتے ہیں۔ اگر یہ ادارے جدید تقاضوں کو مد نظر رکھ کر سرگرمیاں کریں تو نوجوان زیادہ بہتر انداز میں اپنی اسلامی پہچان کو برقرار رکھ سکتے ہیں۔¹⁹

اسلامی فکر کی روشنی میں وضع کیے گئے یہ اصول پاکستانی مسلم نوجوانوں کو مغربی معاشرے میں اپنے دینی تشخص کے استحکام میں مدد فراہم کرتے ہیں۔ قرآن و سنت سے وابستگی، دینی تعلیم، اخلاقی و روحانی تربیت، عصری مسائل میں اسلام کا عملی نفاذ اور ادارہ جاتی معاونت نوجوانوں کے لئے ایک ایسا فکری و عملی فریم ورک فراہم کرتے ہیں جو انہیں شناختی بحران سے نکال کر ایک واضح اور مستحکم اسلامی کردار عطا کرتا ہے۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ رہنما اصولوں کا محض بیان کافی نہیں ہوتا بلکہ ان پر عمل درآمد کے لئے عملی منصوبہ بندی ناگزیر ہے۔ اگر نوجوانوں کو قرآن و سنت کی روشنی میں رہنمائی فراہم کی جائے مگر ان تک اس رہنمائی کو پہنچانے کے جدید ذرائع استعمال نہ کیے جائیں تو اس کا اثر محدود رہے گا۔ اس زمانے میں ابلاغ کے جدید وسائل جیسے سوشل میڈیا، آن لائن کورسز اور ورچوئل کمیونٹیز کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ ان ذرائع کے ذریعے اسلامی تعلیمات کو سادہ، بامعنی اور نوجوانوں کی زبان میں پیش کیا جائے تو وہ انہیں زیادہ بہتر طور پر قبول کر سکیں گے۔

اسی طرح عملی سطح پر ایسے پروگرام مرتب کرنے کی ضرورت ہے جن میں نوجوانوں کو اسلامی فکر کے ساتھ ساتھ قیادت، تحقیق اور معاشرتی خدمت کے مواقع بھی فراہم ہوں۔ جب وہ دیکھتے ہیں کہ ان کی شناخت صرف نظریاتی پہلو تک محدود نہیں بلکہ عملی دنیا میں بھی کارآمد ہے تو وہ زیادہ پُر اعتماد اور وابستہ محسوس کرتے ہیں۔ اس کے برعکس، اگر ان کی مذہبی شناخت کو محض عبادات یا محدود دائرے میں رکھا جائے تو وہ اپنے آپ کو معاشرتی سطح پر غیر مؤثر تصور کریں گے۔

مزید برآں، یہ بھی ضروری ہے کہ رہنما اصول نوجوانوں کے لئے سختی یا بوجھ کا سبب نہ بنیں بلکہ ان کے لئے رہنمائی اور آسانی کا ذریعہ ہوں۔ اسلام نے اعتدال اور توازن کا تصور دیا ہے، اس لئے نوجوانوں کو یہ باور کرانا چاہیے کہ وہ اپنی مذہبی شناخت کے ساتھ ساتھ معاشرے میں خوش اسلوبی سے اپنا کردار ادا کر سکتے ہیں۔ جب اصولوں کو عملی زندگی کے تناظر میں پیش کیا جائے تو وہ بوجھ نہیں بلکہ سہارا بن جاتے ہیں۔ یہی پہلو نوجوانوں کو نہ صرف اپنی پہچان پر

¹⁸. Sardar, Ziauddin. Reading the Qur'an: The Contemporary Relevance of the Sacred Text of Islam. London: Hurst & Company, 2011, 89.

¹⁹ نصر حامد ابو زید، الإسلام والحداثة، قاہرہ: دارالتنوير، 2009ء، ص 76

قائم رکھنا ہے بلکہ انہیں دوسروں کے لئے بھی مثبت نمونہ بنانا ہے۔ اس طرح یہ رہنما اصول ان کے لئے ایک مضبوط فکری و عملی بنیاد فراہم کرتے ہیں جو مغربی معاشرت میں ان کی کامیابی اور اسلام کی نمائندگی دونوں کی ضمانت بنتی ہے۔

پاکستانی مسلم نوجوانوں کی مذہبی شناخت پر مغربی معاشرتی اثرات کا تجزیہ اور اسلامی فکر کی روشنی میں اس کے تدارک کے رہنما اصولوں کا مطالعہ درج ذیل اہم نتائج سامنے لاتا ہے:

نتائج

1. تحقیق سے یہ واضح ہوا کہ مغربی معاشرے میں رہنے والے نوجوان اپنی مذہبی شناخت کے حوالے سے شدید دباؤ کا شکار ہیں۔ تعلیمی اداروں، میڈیا اور سماجی حلقوں میں سیکولر اور لبرل اقدار کے غلبے نے نوجوانوں کے اندر ایک نفسیاتی و فکری کشمکش پیدا کر دی ہے۔²⁰
2. زیادہ تر نوجوانوں کے اندر دینی تعلیم اور اسلامی فکر کا منظم فہم نہ ہونے کی وجہ سے وہ مغربی نظریات کے سامنے کمزور دکھائی دیتے ہیں۔ یہ خلا ان کی شناخت کے استحکام میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔²¹
3. مساجد، اسلامی مراکز اور کمیونٹی ادارے نوجوانوں کی مذہبی شناخت کے لئے بنیادی سہارا ہیں۔ جہاں یہ ادارے فعال ہیں وہاں نوجوان اپنی اسلامی پہچان کے ساتھ زیادہ پُر اعتماد نظر آتے ہیں۔²²
4. یہ بھی نتیجہ اخذ ہوا کہ نوجوان جب اپنی تعلیمی و پیشہ ورانہ زندگی میں اسلامی اخلاقیات اور اقدار کو نافذ کرتے ہیں تو وہ مغربی معاشرتی دباؤ کا بہتر مقابلہ کر پاتے ہیں۔

سفارشات

1. حکومتی اور غیر سرکاری اداروں کو چاہیے کہ ایسے تعلیمی نصاب تشکیل دیں جو دینی تعلیم اور جدید عصری علوم میں ہم آہنگی پیدا کرے تاکہ نوجوان فکری و عملی دونوں سطحوں پر اپنی شناخت برقرار رکھ سکیں۔
2. مغربی ممالک میں موجود مساجد اور اسلامی اداروں کو جدید تقاضوں کے مطابق اپنی سرگرمیوں کو مزید مؤثر بنانا چاہیے۔ ان مراکز کو تربیتی ورکشاپس، مکالماتی نشستیں اور تحقیقی پروگرام منعقد کرنے چاہئیں۔

²⁰ -Tariq Modood, Multiculturalism: A Civic Idea (Cambridge: Polity Press, 2007), 103.

²¹ سید نصر، اسلامی تہذیب اور جدیدیت، کراچی: مجلس ترقی ادب، 2012، ص 88۔

²² -Ramadan, Tariq. Islam, the West and the Challenges of Modernity (Leicester: The Islamic Foundation, 2001), 142.

3. نوجوانوں تک رسائی کے لئے سوشل میڈیا اور آن لائن ذرائع کو استعمال کیا جائے۔ مستند اسلامی مواد اور سوال و جواب کے پلیٹ فارمز ان کی فکری رہنمائی میں کلیدی کردار ادا کر سکتے ہیں۔
 4. تعلیمی اداروں اور والدین دونوں کو چاہیے کہ نوجوانوں میں اسلامی اخلاقیات اور سیرت نبوی ﷺ کے عملی نمونوں کو فروغ دیں تاکہ وہ اپنی انفرادیت کو کھونے کے بجائے اس پر فخر محسوس کریں۔
 5. نوجوانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے ہم عمر مغربی ساتھیوں کے ساتھ مثبت مکالمہ کریں۔ اس سے نہ صرف ان کی شناخت مضبوط ہوگی بلکہ اسلام کے بارے میں غلط فہمیوں کے ازالے کا بھی موقع ملے گا۔
- اس مطالعے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ پاکستانی مسلم نوجوانوں کی مذہبی شناخت کو صرف ماضی کی روایت سے وابستگی نہیں بلکہ ایک متوازن اور عملی فریم ورک کی ضرورت ہے۔ اسلامی فکر کی روشنی میں تیار کیے گئے رہنما اصول نوجوانوں کو مغربی دباؤ کے باوجود اپنی شناخت کو واضح اور مستحکم رکھنے میں مدد فراہم کرتے ہیں۔ سفارشات پر عمل درآمد سے نہ صرف نوجوانوں کی دینی وابستگی میں اضافہ ہوگا بلکہ وہ اپنے معاشرتی کردار میں بھی اسلام کی مثبت تصویر پیش کر سکیں گے۔
- یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیے کہ سفارشات اس وقت تک موثر نہیں ہو سکتیں جب تک انہیں عملی اقدامات میں نہ ڈھالا جائے۔ مغربی ممالک میں رہنے والے پاکستانی مسلم نوجوان ایک ایسے دور اے پر کھڑے ہیں جہاں ان کے فیصلے ان کی آنے والی نسلوں کی شناخت پر بھی اثر انداز ہوں گے۔ اگر آج وہ اپنی مذہبی وابستگی کو مضبوط بنیادوں پر استوار کر لیں تو کل ان کے بچے ایک زیادہ پُر اعتماد اور متوازن دینی فضا میں پرورش پائیں گے۔ اس کے برعکس اگر ان سفارشات کو نظر انداز کیا گیا تو شناخت کا بحران مزید گہرا ہو جائے گا۔
- یہ بھی ضروری ہے کہ نوجوانوں کی مذہبی شناخت کو محض ایک دفاعی عمل کے طور پر نہ دیکھا جائے بلکہ اسے ایک مثبت اور تعمیری عمل میں بدلا جائے۔ جب نوجوان اپنی پہچان کو ایک قوت کے طور پر استعمال کریں گے تو وہ نہ صرف خود کو مغربی دباؤ سے محفوظ رکھ سکیں گے بلکہ وہ اپنی کمیونٹی اور وسیع تر معاشرے کے لئے بھی کردار ادا کریں گے۔ اس کردار میں بین المذاہب مکالمہ، سماجی خدمت اور علمی و تحقیقی شراکت شامل ہیں۔ یہ سرگرمیاں نوجوانوں کو اس احساس سے روشناس کرتی ہیں کہ ان کی شناخت کوئی رکاوٹ نہیں بلکہ ایک وسیلہ ہے جو دوسروں کے لئے خیر کا پیغام لے کر آتا ہے۔
- اس کے ساتھ ساتھ، سفارشات پر عمل درآمد کے لئے ضروری ہے کہ نوجوان خود بھی اس عمل کا حصہ بنیں۔ صرف ادارے یا علما ان کے مسائل حل نہیں کر سکتے جب تک نوجوان اپنی ذمہ داری کو محسوس نہ کریں۔ انہیں اپنی علمی ترقی، دینی مطالعے اور اخلاقی کردار کو خود بہتر بنانے کی جستجو کرنی ہوگی۔ اس

شعوری کوشش سے ہی وہ اپنے لئے ایک ایسی راہ ہموار کر سکتے ہیں جو مغربی معاشرت میں رہتے ہوئے بھی اسلامی اقدار سے جڑی ہو۔ یوں سفارشات محض نظریاتی نہیں رہیں گی بلکہ نوجوانوں کی عملی زندگی کا حصہ بن جائیں گی، اور یہی وہ مقام ہے جہاں مذہبی شناخت ایک حقیقت کے طور پر اپنے تمام تر رنگوں میں ظاہر ہوتی ہے۔

حوالہ جات

1. قرآن مجید، سورۃ آل عمران، 3:110۔
2. القرآن الکریم، سورۃ البقرۃ، 2:143۔
3. Jocelyne Cesari, When Islam and Democracy Meet: Muslims in Europe and in the United States (New York: Palgrave Macmillan, 2004), 87.
4. Tariq Modood, Multicultural Politics: Racism, Ethnicity, and Muslims in Britain (Minneapolis: University of Minnesota Press, 2005), 114.
5. طاہر منصوری، مسلم اقلیتوں کے مسائل اور ان کے حل میں اداروں کا کردار (لاہور: دارالسلام، 2015ء)، 65۔
6. القرآن الکریم، سورۃ البقرۃ، 2:143۔
7. ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، (قاہرہ: دارالمعرفۃ، 2005)، ج 2، ص 212۔
8. سید ابوالاعلیٰ مودودی، خطبات، (لاہور: ادارہ معارف اسلامی، 1990)، ص 67۔
9. Yusuf al-Qaradawi, The Lawful and the Prohibited in Islam (Indianapolis: American Trust Publications, 1999), 25.
10. خورشید حسن، یورپ میں مسلمان اور اسلامی شناخت (لاہور: ادارہ تحقیقات اسلامی، 2018ء)، 121۔
11. Tariq Ramadan, Western Muslims and the Future of Islam (Oxford: Oxford University Press, 2004), 97۔
12. Meer, Nasar, and Tariq Modood. Muslim Minorities in the West: Visible and Invisible (London: Routledge, 2010), 88۔
13. Vertovec, Steven. Super-Diversity and Its Implications (Ethnic and Racial Studies 30, no. 6, 2007), 1027۔
14. Lewis, Philip. Young, British and Muslim (London: Continuum, 2007), 142۔
15. محمد یوسف القرضاوی، مسلم اقلیتوں کے مسائل اور ان کا حل، قاہرہ: مکتبہ وھب، 1994ء، ص 45۔
16. Tariq Ramadan, Western Muslims and the Future of Islam (Oxford: Oxford University Press, 2004), 67.
17. ابن خلدون، المقدمة، بیروت: دار الفکر، 2005ء، ص 112۔

18. Sardar, Ziauddin. Reading the Qur'an: The Contemporary Relevance of the Sacred Text of Islam. London: Hurst & Company, 2011, 89.
19. نصر حامد ابو زيد، الإسلام والحدائق، القاهرة: دار التنوير، 2009، ص 76.
20. Tariq Modood, Multiculturalism: A Civic Idea (Cambridge: Polity Press, 2007), 103.
21. سید نصر، اسلامی تہذیب اور جدیدیت، کراچی: مجلس ترقی ادب، 2012، ص 88۔
22. Ramadan, Tariq. Islam, the West and the Challenges of Modernity (Leicester: The Islamic Foundation, 2001), 142.

مراجع:

- خورشید حسن، یورپ میں مسلمان اور اسلامی شناخت، لاہور: ادارہ تحقیقات اسلامی، 2018ء۔
- محمد ریاض ملک، مغربی ممالک میں مقیم مسلمان نوجوانوں کے مسائل، اسلام آباد: بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، 2016ء۔
- منصور، طاہر۔ مسلم اقلیتوں کے مسائل اور ان کے حل میں اداروں کا کردار، لاہور: دارالسلام، 2015ء۔
- Modood, Tariq. *Multicultural Politics: Racism, Ethnicity, and Muslims in Britain*. University of Minnesota Press, 2005.
- Ramadan, Tariq. *Western Muslims and the Future of Islam*. Oxford University Press, 2004.
- Cesari, Jocelyne. *When Islam and Democracy Meet: Muslims in Europe and in the United States*. Palgrave Macmillan, 2004.
- Vertovec, Steven, and Susanne Wessendorf, eds. *The Multiculturalism Backlash: European Discourses, Policies and Practices*. Routledge, 2010.